صحابۂ کرامؓ کی تحصیل حدیث کی کیفیات

جناب مولوی محمد رضی الاسلام صاحب ندوی، ندوۃ العلماء لکھنؤ

اسلامی شریعت میں قرآن کریم کے بعد دوسرا درجہ "حدیث" کا ہے اور اس پر عمل کرنا اسی طرح واجب اور فرض ہے جس طرح قرآن پر ـــــ حدیث ایک ایسا مستند اور معتبر ذخیرہ ہے جس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت، آپؐ کے اقوال و افعال، آپؐ کی سیرت و شمائل، آپؐ کے عادات و اطوار اور اخلاق و اوصاف غرض یہ کہ حیات طیبہ کا ایک ایک گوشہ ہمارے سامنے پوری طرح عیاں ہو جاتا ہے۔ اس کی حیثیت تاریخ کے ان ذخیروں کی سی نہیں جن کی اساس محض چند افواہوں، سنی سنائی بازاری باتوں، مجہول کرم خوردہ مخطوطات یا کہنہ الواح سے بڑھ کر نہیں جو کسی زمانے میں قلم بند کر لی جاتی ہیں اور جن کے نہ راویوں کا پتہ چلتا ہے نہ ان کے احوال معلوم ہوتے ہیں بلکہ حدیث ایک ایسی مستند و محکم "دستاویز" ہے جس کے عینی مشاہدین لاکھوں کی تعداد کو پہنچے ہوئے ہیں اور جس کے راویوں کی پوری زندگی ہمارے سامنے واضح ہے۔

تاریخ کے عام ذخیروں سے حدیث کا امتیاز:

حدیث نبوی کو عام تاریخی ذخیروں سے صرف یہی ایک چیز ممتاز نہیں کرتی

بلکہ اس سے بھی اہم امتیاز یہ ہے کہ مؤرخین کا اپنی تاریخ سے کوئی قلبی ربط نہیں پایا جاتا۔ اولاً تو تاریخ کے اولین راویوں کا پتہ ہی نہیں چلتا پھر اگر عرصے بعد کے کسی مؤرخ کا نام بھی ملتا ہے تو ظاہر ہے کہ تاریخ سے اس کا قلبی ربط اور باہمی تعلق مفقود ہوتا ہے برخلاف اس کے صحابۂ کرامؓ کا جو قلبی تعلق، باہمی ربط اور شدید محبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور احادیث نبویہ سے تھی وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ حضرات صحابہؓ کو آپؐ کی ذات سے جو حقیقی عشق تھا اس کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ اپنے ماں باپ اور عزیز و اقارب تک کو آپؐ پر فدا کرنے کو تیار رہتے تھے اور اپنی جان و مال کو آپؐ کے ایک اشارے پر قربان کرنے سے دریغ نہ کرتے تھے۔ تاریخ شاہد ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر آپؐ کا اشارہ پاتے ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے ثلث مال سے جیش عسرہ" کی تجہیز" کرتے ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ اپنا نصف مال لے کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنا کل کا کل مال لاکر آپؐ کی خدمت میں ڈھیر کر دیتے ہیں اور اپنے پیچھے اپنے گھر میں اللہ اور اس کے رسولؐ کا ذکر چھوڑ آتے ہیں۔ غزوۂ احد میں جب جاں نثاری و فداکاری کا موقع نصیب ہوتا ہے تو حضرت ابودجانہؓ اپنے جسم کو ذات رسول کے لئے ڈھال بنا دیتے ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ آپؐ کے سامنے سینہ سپر ہو کر دشمنوں کے تیروں کا جواب دیتے ہیں اور کچھ جاں نثار صحابہ آپؐ کے گرد حصار کرکے آپؐ کو دشمنوں کی ایذا سے محفوظ کر لیتے ہیں۔ ایک صحابیہ اپنے پدر، فرزند اور خواہر کی شہادت کی خبر سننے کے باوجود جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بخیر و عافیت دیکھ لیتی ہیں تو ان کی زبان سے بے اختیار نکل پڑتا ہے۔ کل مصیبۃ بعدک جلل (آپؐ کو بخیریت دیکھ لینے کے بعد ہر مصیبت گوارا ہے) صحابۂ کرامؓ کے آنحضرتؐ سے انتہائی محبت کی اس سے

اعلیٰ مثال اور کیا ہوگی جو ایک دشمن اسلام کی زبان سے بیان ہوئی ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود نے قریش کو مخاطب کرکے کہا تھا:

یا معشر قریش واللہ انی ما رأیت ملکا فی قوم قط مثل محمد فی أصحابہ ولقد رأیت مایصنع بہ أصحابہ لا یتوضأ الا ابتدروا وضوءہ ولا یبصق بصاقا الا ابتدروہ ولا یسقط من شعرہ شیئ الا أخذوہ۔ (سیرت ابن ہشام)

اے قریش کے لوگو! خدا کی قسم میں نے محمدؐ کی طرح کبھی کسی قوم کے بادشاہ کو نہیں دیکھا ہے میں نے ان کے ساتھ ان کے اصحاب کا معاملہ دیکھا ہے۔ وہ وضو کرتے ہیں تو لوگ ان کے مستعمل پانی کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔ وہ تھوکتے ہیں تو وہ ان کا تھوک حاصل کرنے کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔ وہ ان کے ایک بال کو بھی گرنے نہیں دیتے اور اسے حاصل کر لیتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی محبت کی وجہ:

جو شخص بھی جاہلیت اور اسلام دونوں کا موازنہ کرے گا وہ بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ جائے گا کہ صحابۂ کرامؓ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس درجہ قلبی تعلق کیوں تھا؟ "جاہلیت" —— جس کا نام سنتے ہی ہماری آنکھوں کے سامنے وحشت وبربریت، ظلم وستم، جنگ وجدال، لوٹ مار وخون ریزی، باہمی عداوت ودشمنی اور اس سے بڑھ کر ضلالت وگمراہی کی بھیانک تصویریں آجاتی ہیں —— کے گھٹاٹوپ ماحول سے نکال کر انھیں امن وامان، عدل وانصاف، اخوت ومحبت، اور ہدایت وحق کی طرف لانے والی ذات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تو تھی جنھیں اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف مبعوث فرمایا تھا۔ قرآن کریم اس احسان کا بصراحت ذکر کرتا ہے:

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ إِخْوَانًا۔ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔ (آل عمران ۔ ١٠٢)

اپنے اوپر ہونے والے خدا کے احسان کو یاد کرو جب تم آپس میں دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم آپس میں بھائی بھائی ہوگئے۔ تم ایک آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے اس نے تم کو اس سے نجات دی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا طبعی تقاضہ :

صحابہ کرامؓ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی محبت، عشق اور قلبی تعلق کا طبعی تقاضہ تھا کہ آپؐ سے آپؐ کی تعلیمات اور خدا کے احکام حاصل کرنے پھر اسے اپنی زندگیوں پر جاری وساری کرنے میں پوری کوشش صرف کر دیں جنہوں نے ان کو ضلالت وجہالت کی تاریکی سے نکال کر نورِ حق کی شاہراہ پر لا کھڑا کر دیا تھا اور ایک غیر مہذب اور وحشی نظامِ زندگی سے نجات دلا کر ایک صالح، پاکیزہ اور مہذب نظامِ حیات عطا کیا تھا۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کو قرآن و حدیث حاصل کرنے اور حضور اکرمؐ کے اسوہ کو اپنی زندگیوں پر منطبق کرنے کا غایت درجہ شوق تھا، چنانچہ وہ ہر اس عمل کی طرف دوڑ پڑتے تھے جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھتے تھے اور ان اعمال سے فوراً اجتناب کر لیتے تھے جنھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک کرتے ہوئے دیکھتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک بار آنحضرتؐ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تو صحابہ کرامؓ نے بھی بنوالی۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھینک دیا اور فرمایا اب کبھی نہیں پہنوں گا چنانچہ تمام صحابہؓ نے بھی پھینک دی (بخاری) اسی طرح ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ نماز ہی میں اپنے جوتے نکال دیئے

تمام صحابہ نے آپ کی نقل کرتے ہوئے اپنے اپنے جوتے نکال دیے۔ نماز کے بعد آپ نے صحابہ سے پوچھا کہ تم لوگوں نے جوتے کیوں نکال دیے تھے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے آپ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے مجھے بتلایا تھا کہ میرے جوتے میں گندگی لگی ہوئی ہے (کتاب الشفا ابن عبدالبر) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل کی اتباع کرتے تھے حتی کہ ایک بار حج کرنے جا رہے تھے راستے میں اونٹ سے اتر کر ایک جگہ بیٹھ گئے پھر اٹھ گئے۔ لوگوں نے پوچھا تو فرمایا کہ ایک بار میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپؐ نے یہیں بیٹھ کر استنجا فرمایا تھا۔ حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ اگر تم لوگ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و افعال کی اتباع کرتے ہوئے دیکھتے تو انھیں پاگل سمجھتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ایک بار جمعہ کی نماز پڑھنے جا رہے تھے ابھی دروازے ہی تک پہنچے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ میں فرماتے سنا "اجلسوا" فوراً وہیں بیٹھ گئے۔ رسول اکرمؐ نے دیکھا تو بلا لیا۔ ان روحانی عوامل و بواعث کے ساتھ ساتھ کچھ اور عوامل تھے جو صحابہ کرامؓ کے قرآنؐ و حدیث کے شوق حصول میں کارفرما تھے۔

صحابہ کرام کے تحصیل قرآن وحدیث کے عوامل:

۱۔ ان کے سامنے قرآن کریم اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم حاصل کرنے کی بہت سی فضیلتیں بیان کی تھیں اور علماء اور غیر علماء کے درمیان بہت بڑا فرق بتلایا تھا مثلاً:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا	خدا سے اس کے بندوں میں سے صرف
(فاطر ـ ۲۸)	علماء ڈرتے ہیں۔
هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ	صاحب علم اور غیر ذی علم بھلا برابر

وَيَعْلَمُونَ۔ (الزمر - ۹)
ہو سکتے ہیں!

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ
أُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (مجادلہ - ۱۱)
خدا مومنوں اور اصحاب علم کے درجات
بڑھاتا ہے۔

فَقِيْهٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ
مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ (ترمذی - ابن ماجہ)
ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے
بڑھ کر ہے۔

فضل العالم على العابد
كفضلي على أدناكم (ترمذی)
عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے جیسے
میری فضیلت ایک ادنیٰ امتی پر ہے۔

من سلك طريقا يلتمس فيه
علما سهل الله له طريقا
الى الجنة (احمد، ترمذی، ابوداؤد)
جو شخص علم کے راستے میں چلے گا اللہ اس
کے لئے جنت کا راستہ آسان فرمائے گا۔

العلماء ورثة الانبياء۔
علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

ان الملائكة لتضع اجنحتها
لطالب العلم رضا بما صنع۔
(ابوداؤد، ترمذی)
فرشتے طالب علم کے لئے اس کے عمل
سے خوش ہو کر پر بچھاتے ہیں۔

۲۔ انھیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول و عمل اور ہر نمونہ کو اختیار کریں اور اپنی زندگیوں پر جاری و ساری اور نافذ کریں؛

مَآ اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ
وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔
(حشر - ۷)
رسول نے تمھیں جس چیز کا حکم دیا ہے
اس پر عمل کرو اور جس چیز سے منع کیا
ہے اس سے رک جاؤ۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ
بِاِذْنِ اللّٰهِ - (نساء - ۶۴)
ہم رسول کو اسی لئے بھیجتے ہیں کہ خدا کے
حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران - ۳۱)

اے رسول کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

وَلَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب - ۲۱)

تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین اسوہ ہے۔

۳۔ ان پر صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال کی اتباع ہی ضروری نہ تھی بلکہ مزید برآں یہ بھی فریضہ عائد تھا کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنیں اور جو کچھ دیکھیں اسے دوسروں تک پہنچائیں۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران - ۱۱۵)

تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (آل عمران - ۱۰۴)

تم میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہو جو خیر کی طرف دعوت دے نیکیوں کا حکم دے اور برائیوں سے روکے۔ دراصل ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

نضر اللہ امرأً سمع مقالتی فوعاها ثم اداها کما سمع (صحاح)

اللہ تعالیٰ اس شخص کو شاداں و فرحاں رکھے جس نے میری بات سنی پھر اسے یاد رکھا پھر جس طرح سنا تھا اسی طرح دوسروں تک پہنچا دیا۔

ترکت فیکم شیئین لن تضلوا

میں نے تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑی

بعدها کتاب اللہ وسنتی ولن یتفرقا۔
(صحاح)

ہیں ان کو پکڑنے کے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے بکتاب اللہ اور میری سنت ۔ بشرطیکہ دونوں جدا نہ ہوں۔

ألا فلیبلغ الشاھد الغائب فرب مبلغ أوعی من سامع۔
(صحاح)

سن لو موجود شخص غائب کو سب کچھ بتلادے بسا اوقات پہنچایا جانے والا شخص سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے۔

تسمعون ویسمع منکم ویسمع من الذین یسمعون منکم۔
(ابوداؤد ۔ مستدرک)

اس وقت تم لوگ سن رہے ہو پھر تم سے سنا جائے گا پھر تم سے سننے والوں سے سنا جائے گا۔

۴۔ انھیں جو کچھ معلوم تھا اسے چھپانا اور غلط بیانی سے کام لینا سخت جرم اور گناہ سمجھتے تھے اور اس سلسلہ میں قرآن کریم نے اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد تنبیہات اور وعیدیں بیان فرمائی تھیں:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ
(البقرہ ۱۵۹)

جو لوگ ہماری نازل کردہ کھلی نشانیوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں جبکہ ہم نے انھیں لوگوں کے لئے کتاب میں واضح کر دیا ہے ان لوگوں پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے بھی۔

من سئل عن علم ثم کتمہ، ألجم یوم القیامۃ بلجام من النار۔
(ابوداؤد، ترمذی)

اگر کسی سے کچھ پوچھا جائے اور وہ اس کو چھپائے تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام لگائی جائے گی۔

من كذب علىّ متعمداً فليتبوأ مقعدہ من النار۔	جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

(حدیث متواتر)

صحابہ کرامؓ کا حدیث میں غایت درجہ اشتیاق :

ان عوامل و اسباب کی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے اور آپؐ سے قرآن و حدیث کی تعلیمات و احکام حاصل کرنے کا بے انتہا شوق پایا جاتا تھا۔ صحابہ کرامؓ اپنی معاشی اور دیگر مصروفیتوں کے باوجود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسوں میں زیادہ سے زیادہ شریک ہونے کی کوشش کرتے۔ ان میں ایک جماعت ایسی تھی جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی "ملازمت" اختیار کرلی تھی اور سفر و حضر، ..... گھر بازار، ہر وقت اور ہر جگہ آپؐ کے ساتھ رہتی تھی اور جس کا کام ہی یہ تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر قرآن و حدیث حاصل کرے اور دوسروں تک پہنچائے۔ اس مقدس و مبارک جماعت کو ہم "اصحاب صُفّہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس جماعت کے سرخیل حضرت ابوہریرہؓ اس پر فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

إنكم تزعمون ان أباهريرة يكثر الأحاديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، والله .... كنت رجلا مسكينا أصحب رسول الله صلى الله عليه على ملأ بطنى وكان المهاجرون يشغلهم الصفق بالأسواق وكانت الأنصار تشغلهم القيام على أموالهم۔ (مسلم ج ۲)	تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ ابوہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت احادیث روایت کرتا ہے۔ خدا کی قسم میں غریب آدمی تھا۔ قوت لایموت کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتا تھا جبکہ مہاجرین تجارت میں مشغول تھے اور انصار اپنے اموال کی حفاظت میں لگے رہتے تھے۔

علاوہ حضرت ابن مسعودؓ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت آیا جایا کرتے تھے حتی کہ صحابۂ یہ سمجھنے لگے تھے کہ وہ بھی اہل بیت میں سے ہیں (ماری) ان سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ تم ہر وقت میرے گھر میں داخل ہو سکتے ہو اور گھر کی بات سے باخبر ہو سکتے ہو۔

جو صحابۂ معاشی مشاغل کی وجہ سے روزانہ حاضر نہ ہو سکتے تھے انھوں نے آپس میں باری مقرر کر لی تھی چنانچہ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا وہ واپس جاکر اپنے ساتھی کو پورے دن کی خبریں پہنچاتا۔ حضرت عمرؓ بن الخطاب اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں:

کنت أنا وجارلی من الأنصار من بنی امیۃ بن زید — وھی من عوالی المدینۃ — وکنا نتناوب النزول علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ینزل یوما وانزل یوما فاذا نزلت جئتہ بخبر ذلک الیوم من وحی وغیرہ واذا نزل فعل مثل ذلک۔	میں اور میرا ایک پڑوسی جو قبیلہ بنی امیہ بن زید میں سے تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں باری باری آیا جایا کرتے تھے۔ ایک دن وہ آتا ایک دن میں۔ جس دن میں آتا اس دن کی تمام خبریں وحی اور اس کے علاوہ دیگر چیزیں سب اس کو بتلا دیتا تھا اور جس دن وہ آتا وہ بھی ایسا ہی کرتا۔

(بخاری کتاب العلم)

جو صحابہ بہت دور رہتے تھے وہ وقتاً فوقتاً اپنے وفود اور نمائندوں کو بارگاہ رسالت میں بھیجتے تھے تاکہ آپؐ کے پاس چند دن ٹھہر کر اسلامی احکام اور تعلیمات حاصل کریں اور پھر واپس اپنی قوم میں جاکر تعلیم وارشاد کی خدمت انجام دیں۔ حضرت مالک بن الحویرثؓ فرماتے ہیں:

ینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن
بیۃ متقاربون فاقمنا عندہ عشرین
لۃ فظن أنا اشتقنا أھلنا
سألنا عمن ترکنا فی أھلنا
اخبرناہ وکان رفیقا رحیما
قال ارجعوا إلی اھلیکم
علموھم ومروھم۔
(صحیح بخاری)

ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم لوگ ادھیڑ عمر اور ایک ہی عمر کے تھے ہم آپ کی خدمت میں بیس دن رہے حتیٰ کہ آپ گمان کرنے لگے کہ ہم اپنے اہل وعیال کے مشتاق ہو گئے ہیں لہٰذا آپ نے ہم سے ان کے بارے میں پوچھا ہم نے آپ کو بتلایا۔ آپ کا برتاؤ ہمارے ساتھ بہت ہی رحمت و رافت کا تھا۔ پھر فرمایا اپنے اہل وعیال کی طرف واپس جاؤ، انھیں تعلیم دو اور نیکیوں کا حکم دو۔

اسی طرح اگر کوئی صحابی دور رہتا ہوتا اور اسے کوئی اہم واقعہ پیش آ جاتا یا کوئی شکال ہوتا تو وہ فوراً مدینہ طیبہ روانہ ہو جاتا اور طویل مسافت طے کرکے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اس واقعہ میں حکم الٰہی دریافت کرتا۔ حضرت عقبہ بن الحارث کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک عورت نے انھیں بتلایا کہ اس نے ان کو اور ان کی بیوی دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ وہ فوراً مدینہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے شادی کر لے پھر بعد میں معلوم ہو کہ وہ اس کی رضاعی بہن ہے تو اس کا کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا کیف وقد قیل (اب کیسے ہو سکتا ہے جبکہ کہا جا چکا) چنانچہ انھوں نے فوراً اس بیوی کو چھوڑ کر دوسری شادی کر لی۔

اسی طرح جو صحابی کسی سریہ میں چلے جاتے یا کسی وجہ سے پیچھے رہ جاتے وہ

واپس آکر دوسرے صحابہؓ سے تمام احادیث معلوم کرلیا کرتے تھے۔ حضرت براءؓ بن عازب فرماتے ہیں:

ما کل الحدیث سمعناہ عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یحدثنا أصحابنا وکنا مشتغلین فی رعایۃ الإبل واصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کانوا یطلبون ما یفوتہ سماعہ عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فیسمعونہ من اقرانہم۔

تمام احادیث ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی ہیں ہم سے صحابہ حدیث بیان کرتے تھے اور ہم اونٹ چرانے میں مشغول رہتے تھے۔ اصحاب رسول اگر کچھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سُن پاتے تھے تو اپنے رفقاء سے حاصل کرلیتے تھے۔

(معرفۃ علوم الحدیث)

حضرات صحابہؓ کا معمول تھا کہ جو احادیث وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں سنتے تھے وہاں سے اٹھنے کے بعد آپس میں مذاکرہ کرلیتے تھے تاکہ اگر کسی کو ٹھیک سے یاد نہ ہوئی ہو تو پختہ ہو جائے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

کنا نکون عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم فنسمع منہ الحدیث فاذا قمنا تذاکرنا فیما بیننا حتی تحفظہ۔

ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے تھے تو آپؐ سے احادیث سنتے تھے پھر جب آپؐ کے پاس سے اٹھتے تھے تو مذاکرہ کرلیتے تھے یہاں تک کہ انھیں یاد کرلیتے۔

(الجامع لاخلاق الراوی والسامع)

صحابہ کرامؓ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تحصیل حدیث کے واقعات دو

اشتیاق کا اندازہ اس سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ان سے کوئی ایسا بھی سوال کرتے جس کا جواب پوری طرح واضح ہوتا پھر بھی وہ جواب دینے کے بجائے صرف اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے) کہہ دیا کرتے تھے کیونکہ وہ سوچتے تھے کہ ہوسکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ذریعے کوئی نئی حکمت عملی بتلانا چاہتے ہوں، احادیث کے ایک بڑے ذخیرہ میں ہم یہ شئی دیکھتے ہیں حجۃ الوداع کے مشہور خطبے میں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے پوچھا کہ یہ کون سا دن ہے؟ یہ کون سا مہینہ ہے؟ یہ کون سا شہر ہے؟ ہر سوال کے جواب میں صحابہ فرماتے اللہ ورسولہ اعلم پھر خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی فرماتے کیا یہ یوم عرفہ نہیں ہے؟ کیا یہ ذی الحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟ کیا یہ بلد حرام نہیں ہے؟ پھر آپ نے فرمایا:

إن دماءکم واموالکم حرام علیکم	تمہارا خون اور تمہارے اموال تم پر
إلی أن تلقوا ربکم کحرمة یومکم	قیامت تک حرام ہیں جس طرح آج
هذا فی شهرکم هذا	کے دن کی حرمت اس مہینہ کی حرمت
فی بلدکم هذا۔ (بخاری)	اور اس شہر کی حرمت ہے۔

اسی طرح حدیث جبرئیل میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے پوچھا أتدری من السائل (جانتے ہو یہ پوچھنے والے کون تھے؟) انھوں نے عرض کیا اللہ ورسولہ أعلم۔ فرمایا: انہ جبرئیل أتاکم یعلمکم دینکم (یہ جبرئیل تھے جو تم لوگوں کو دین کی باتیں سکھلانے آئے تھے) (متفق علیہ)

صحابہ کرامؓ کا قوی حافظہ:

تحصیل حدیث کے سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کا اس درجہ اشتیاق انھیں احادیث کے حفظ و اتقان پر اکساتا تھا اور وہ احادیث کو یاد کرکے محفوظ کرنے میں پوری

...صرف کرتے تھے۔ پھر یہ کہ صحابہ بلکہ عرب کی اکثریت جاہل اور ان پڑھ تھی ... پڑھنا جانتے تھے۔ ان کی تاریخ کا پورا دارومدار ان کے حافظہ پر تھا ... انہیں حافظہ کا انتہائی قوی ملکہ عطا فرمایا تھا حتیٰ کہ روایتوں میں آتا ہے کہ وہ اپنے ... تک کی پشتہا پشت کی نسلوں سے واقفیت رکھتے تھے۔

حافظہ پر پورا اعتماد ہونے کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کی اکثر تعداد احادیث کو حفظ کرتی تھی۔ ابتدائے اسلام میں احادیث کی عدم کتابت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ایسا کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا اور یہ کند ذہنی اور غباوت کی علامت تھی۔

حدیث کے تحمل وادا میں صحابہؓ کے مراتب :

چنانچہ حدیث کے تحمل وادا میں تمام صحابہ کرامؓ برابر نہیں تھے بلکہ ان میں مراتب تھے۔ بعض صحابہ بڑھے ہوئے تھے بعض کچھ کم تھے۔ اس لئے کہ :

۱۔ بعض صحابہ ہر وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے تھے مگر بعض دیگر مصروفیات، کی وجہ سے کم حاضر ہو پاتے تھے اور جو صحابہ دور رہتے تھے ان کو اس کا موقع کم ہی نصیب ہوتا تھا۔

۲۔ صحابہ کرامؓ کی اکثر تعداد احادیث کو زبانی یاد کرتی تھی اور لکھنے کا رواج نہ تھا مگر چند صحابہ احادیث کو ضبط تحریر میں لاتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے سب سے زیادہ احادیث روایت کی ہیں مجھ سے زیادہ صرف عبداللہ بن عمروؓ کی روایات ہیں اور وہ صرف اس وجہ سے کہ وہ لکھتے تھے اور میں نہ لکھتا تھا۔ (بخاری کتاب العلم)

۳۔ بعض صحابہ فطری استعداد فہم کی وجہ سے فقہ حدیث میں بڑھے ہوئے تھے چنانچہ وہ ناسخ ومنسوخ، عام وخاص، مطلق ومقید اور مجمل ومفسر وغیرہ سے بخوبی واقف تھے مگر بعض فہم حدیث میں اس درجہ کے نہیں تھے، چنانچہ ...

کہ ایک بار حضرت عمر بن الخطابؓ نے صحابہ کی ایک مجلس میں سوال کیا کہ سورۂ نصر کا شانِ نزول کیا ہے؟ کوئی صحابی صحیح نہیں بتلا پایا۔ حضرت ابن عباسؓ نے ـــ جو اس وقت بھی کم سن تھے ـــ بتلایا کہ ھو أجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أعلمہ لہ، قال إذا جاء نصر اللہ والفتح فذلک علامۃ أجلک فسبح بحمد ربک إلخ (بخاری کتاب التفسیر) (اس سے مراد رسول اللہؐ کی وفات کی خبر ہے جو انھیں بتلائی گئی ہے یعنی جب خدا کی مدد اور فتح آجائے تو وہ تمھاری وفات کی علامت ہے لہٰذا خدا کی تسبیح بیان کرو الخ)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی مجالس:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابۂ کرامؓ کو ہر وقت تعلیم و تربیت اور وعظ و نصیحت سے نوازتے تھے۔ آپؐ کی حیثیت ایک معلم و مربی کی سی تھی آپؐ کی زندگی کا ہر پہلو دعوت و تربیت سے معمور تھا۔ آپؐ ہر وقت اور ہر جگہ تعلیم و تربیت میں مشغول ہوتے۔ آپؐ کے لئے کوئی جگہ یا کوئی وقت مخصوص نہ تھا آپؐ جنگ میں ہوتے تو وہاں بھی معلم و واعظ ہوتے اور لوگوں میں اپنے وعظ سے جوش و ولولہ پیدا کرتے، اگر سفر میں ہوتے تو وہاں بھی مرشد و ہادی ہوتے۔ گھر میں اہل و عیال کے ساتھ ہوتے تو انھیں بھی تعلیم دیتے۔ بازار جاتے تو وہاں لوگ روک کر مسئلہ پوچھ لیا کرتے اور مسجد نبوی میں ہوتے تو وہاں بھی لوگوں کو وعظ و نصیحت سے نوازتے۔

البتہ یہ بات ضرور تھی کہ آپؐ کی اکثر مجلسیں مسجد نبوی ہی میں ہوتی تھیں، جہاں صحابہ نماز کے اوقات میں جمع ہوتے اور آپؐ انھیں درس و تعلیم دیتے تھے۔ اوقات نماز کے علاوہ بھی جب کوئی اہم معاملہ ہوتا تو آپؐ لوگوں کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیتے اور ان کے سامنے تقریر فرماتے۔ ایک بار سورج گرہن

ہوا۔ اسی دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم کا انتقال ہوا تھا۔ لوگ کہنے لگے کہ پیغمبر کے بیٹے کی وفات کے سوگ میں سورج گرہن ہوا ہے۔ آپ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے لوگوں کو مسجد نبوی میں جمع کیا اور تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

إن الشمس والقمر لا ینکسفان لموت أحد ولا لحیاته و ایتان من آیات اللہ۔	سورج اور چاند میں کسی کی موت وحیات سے گہن نہیں پڑتا بلکہ وہ دونوں خدا کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔

(ابوداؤد)

اسی طرح حضرت بریرہؓ کو حضرت عائشہؓ کے ہاتھ بیچتے وقت ان کے آقا نے یہ شرط لگائی کہ حق ولایت ہمارا ہی ہوگا۔ حضرت عائشہؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا الولاء لمن اعتق (حق ولاء تو آزاد کرنے والے ہی کا ہوگا) اس کے بعد آپؐ مسجد تشریف لے گئے اور صحابہ کو جمع کرکے تقریر کی اور فرمایا:

ما بال رجال یقول أحدهم اعتق یا فلان والولاء لی وأنما الولاء لمن اعتق۔	ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے جن میں کا آدمی کہتا ہے کہ اے فلاں تم آزاد کردو مگر حق ولاء ہمارا ہی ہوگا جبکہ ولاء کا حق آزاد کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے۔

(ابوداؤد)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت کے چند مخصوص طریقے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک حکیم معلم ومربی تھے اس لئے آپؐ صحابہ کرامؓ کو قرآن وحدیث کی تعلیمات دیتے وقت متعدد چیزوں کا خاص طور پر لحاظ رکھتے تھے تاکہ تعلیم وتربیت کا مثبت اور محکم اثر ہو اور صحابہ اس سے پورا فائدہ اٹھائیں۔

۱۔ آپ جب کوئی اہم بات بتلاتے تو اس کا تین بار اعادہ فرماتے تاکہ لوگ ٹھیک سے سمجھ لیں اور اس کو اہم سمجھیں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ نے خطبہ دیا جس میں اصول دین بتلائے پھر تین مرتبہ فرمایا: ھل بلغت (کیا میں نے پورا دین پہنچادیا ہے) ایک بار آپؐ نے خطبہ دیتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا: التقوی ھھنا ہر بار آپؐ اپنے سینے کی طرف اشارہ فرماتے تھے۔

۲۔ آپ صحابہ کی نگرانی بھی کرتے تھے تاکہ وہ احادیث کو صحیح صحیح اسی طرح یاد کریں جس طرح آپ بتلاتے تھے، چنانچہ ایک بار آپؐ نے ایک صحابی کو سونے کی دعا بتلائی پھر پوچھا کہ اچھا میں نے کیا کہا؟ اسے دہراؤ صحابی نے آخری فقرہ "امنت بکتابک الذی أنزلت و نبیک الذی أرسلت" میں نبیک کے بجائے رسولک کہہ دیا آپؐ نے فرمایا کہ میں نے یہ نہیں کہا۔ وہی کہو جو میں نے کہا تھا۔ (ترمذی) یہی وجہ تھی کہ آپؐ ایک کلمہ کا تین بار اعادہ فرماتے تھے۔

۳۔ کبھی آپؐ خود ہی صحابہ سے سوال فرما دیتے تھے تاکہ ان کے اذہان کی تشحیذ و تصقیل کر سکیں۔ چنانچہ ایک بار صحابہ سے ایک مجلس میں آپؐ نے فرمایا کہ مومن کی مثال اس درخت کی سی تھی جس کے پتے کبھی نہیں جھڑتے۔ پھر صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ صحابہ کے ذہن میں طرح طرح کے درختوں کے نام آئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے ذہن میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن میں اپنی صغر سنی کی وجہ سے نہ کہہ سکا پھر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم آپ ہی بتلائیے۔ آپؐ نے فرمایا: ھی النخلۃ (وہ کھجور کا درخت ہے)۔

۴۔ آپ سے کوئی سوال کیا جاتا آپؐ اس کا جواب بھی دے دیتے پھر اگر اس سے متعلق کوئی اور بات ہوتی یا موقع و محل کے مطابق کوئی شئی قابل ذکر ہوتی تو اس کا بھی ذکر کر دیتے تاکہ سائل اور حاضرین کو نئی بات بھی معلوم ہو جائے مثلاً

ایک دفعہ ایک صحابی آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سمندر کا سفر بہت کرتے ہیں۔ وہاں ما رخالص نہیں ملتا اگر اپنے پاس کے پانی سے وضو کریں تو پئیں کیا پھر کیا سمندر کے پانی سے وضو کر سکتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا:

ھوالطھور ماؤہ والحل میتتہ (اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے) یعنی پانی کی طہوریت کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتلا دیا کہ اس کا مردار (یعنی مچھلی) بھی حلال ہے۔

۵۔ آپ صحابہ کرامؓ کو اتنا زیادہ وعظ ونصیحت نہیں کرتے تھے کہ وہ اکتا جائیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے جب ان کے شاگردوں نے عرض کیا کہ وہ روزانہ درس دیں تو انھوں نے فرمایا:

إنما نتخولکم بالموعظة کما کان رسول اللہ یتخولنا کراھة السامة علینا۔	ہم تمھیں اسی طرح وعظ ونصیحت دیں گے جس طرح ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وقفہ وقفہ سے وعظ ونصیحت کرتے تھے اکتاہٹ کے خوف سے۔

۶۔ آپؐ بعض باتیں صرف مخصوص صحابہ کرامؓ کو بتلاتے تھے اس خوف سے کہ دوسرے اس کا غلط مطلب سمجھ کر فتنہ میں مبتلا ہوں گے۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار مجھ سے فرمایا اے معاذ کوئی بھی شخص اگر دل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ لے تو اس پر اللہ تعالیٰ دوزخ حرام کر دیتا ہے انھوں نے عرض کیا کہ کیا میں لوگوں کو یہ نہ بتلا دوں تاکہ وہ خوش ہو جائیں آپ نے فرمایا لا تبشرھم فیتکلوا (صحیحین) (ان کو اس کی بشارت نہ دو کیونکہ وہ لوگ اسی پر بھروسہ کر لیں گے)۔ اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہؓ کو یہ اعلان

کرنے کے لئے کہا کہ من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ جو بھی لا الٰہ الا اللہ کہہ دے وہ جنت میں داخل ہوگا) راستے میں سب سے پہلے حضرت عمرؓ ملے حضرت ابوہریرہؓ نے یہ حدیث انھیں سنائی وہ انھیں واپس لوٹا لائے اور آپ سے عرض کیا کہ ایسا مت کیجئے کیونکہ لوگ اسی پر بھروسہ کرلیں گے ان کو عمل کرنے کے لئے چھوڑ دیجئے آپ نے فرمایا فخلّھم (مسلم) (چھوڑ دو رہنے دو)۔

معذرت

ماہنامہ برہان دہلی افسوس کہ ان دو ماہ میں وقت پر شائع ہوکر آپ تک نہیں پہونچ سکا۔ اس سے شرمندگی سمجھیں یا پریشان کن حالات کی سرگردگی تصور فرمائیں۔ ازراہ کرم آپ حضرات کسی قسم کی غلط فہمیوں کا شکار نہ بنیں بلکہ یہ جو میں لکھ رہا ہوں وہ حقیقت پر مبنی ہے۔ دعا فرمائیں کہ رسالہ برہان اپنی مقررہ تاریخوں پر جلد از جلد بحال ہو۔ مجھے امید ہے کہ ماہ نومبر سے اپنے ان ہی خوشگوار ماحول میں اس کی اشاعت ہوتی رہے گی اور مجھے آپ سے مزید تعاون کی بھی درخواست کا حق ہے۔

عمید الرحمٰن عثمانی